آج کے دور میں حضرت علیؑ کے تعلیمات کی اہمیت

مولانا ڈاکٹر محمد وارث حسن نقوی صاحب قبلہ ابن خطیب اعظمؒ
پرنسپل مدرسۃ الواعظین، لکھنؤ

اگر یہ موضوع مجھے تاریخ انسانی کی کسی اور شخصیت کے متعلق دیا جاتا تو میں کہتا کہ ہر عصر اور ہر دور اپنے وقائع، اپنی مشکلات، اور اپنی شخصیت میں منفرد ہے۔ چونکہ ازمنۂ ماضی کا ہر زمانہ اور اس کی سطح علمی یکساں نہیں ہے۔ اس لئے اس کے افکار اور ان کے ارباب فکر و نظر کے تعلیمات بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ایک عہد کا ''انسان کامل'' جب دوسرے عہد میں پرکھا گیا تو وہ اتنا کامل نہ نکلا جتنا اسے خود اس کے عہد کے لوگ سمجھتے تھے۔ یہی حال تمام تعلیمات بشری کا ہے جہاں ہر نظریہ اور ہر قانون مقتضیات ماحول اور علمی تدریجی نشوونما کی پیداوار ہے۔ فلسفہ و اخلاقیات کا مطالعہ کیجئے تو آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ ایک زمانے کے محکمات دوسرے زمانے کے لئے متشابہات کی شکل اختیار کرتے رہتے ہیں اور ایک عہد کا معلم اور اس کے تعلیمات دوسرے عہد کے مبصر اور نقاد کی نظر میں اتنے قابل تعریف و تقلید نہیں جس طرح وہ اس وقت تک سمجھے اور مانے جاتے تھے۔ مگر یہ اگر ایک کلیہ ہے تو اس میں مستثنیات بھی ہیں۔

اور ان مستثنیات (Exception) میں علیؑ ہیں۔ ان کے تعلیمات کچھ ایسی ہیں جو ہر زمانے کے لئے مشعل راہ ثابت ہوتی رہی ہیں۔

رسولؐ اسلام کے بعد اسلام کے اختلافات پیدا ہوئے نظریات وعقائد میں تفرقہ رونما ہوا لیکن یہ اختلافات عوام کو علیؑ کی شخصیت اور ان کے تعلیمات سے نہ ہٹا سکے۔ علیؑ وہ تھے جنھیں دولت عالمگیر اسلامی کی سربراہی ۳۵ھ سے ۴۰ھ تک حاصل رہی اس لئے وہ تمام کے تمام فرق اسلامی کے لئے امام اول و خلیفہ رابع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ امام اور وہ خلیفہ جس کی تعلیمات پر توجہ دینا فریضہ دینی و مذہبی ہے۔ مگر کیا ان تعلیمات پر توجہ دینا فریضہ دینی و مذہبی اس لئے بنا کہ علیؑ عہدۂ خلافت پر فائز ہوئے؟ نہیں، بقول امام احمد ابن حنبل: ''خلافت نے علیؑ کو زینت نہیں بخشی تھی بلکہ علیؑ نے خلافت کو زینت بخشی تھی۔'' شیعہ اور معتزلہ (جو علمائے اہل تسنن میں شمار کئے جاتے ہیں) اصحاب نبی میں انھیں سب سے افضل قرار دیتے ہیں چونکہ علیؑ وہ تھے جن کی پیشانی کبھی کسی بت کے سامنے نہیں جھکی تھی۔ علیؑ وہ تھے جنھوں نے آغوش رسولؐ میں پرورش پائی تھی، علیؑ وہ تھے جو پیغمبر اسلامؐ کے سگے چچا کے بیٹے بھی تھے اور ان کے داماد بھی۔ علیؑ وہ تھے جن کی تلوار نے بدر، احد، خندق اور خیبر کی لڑائیوں میں یوں حصہ لیا تھا کہ فتح و ظفر اسلامی کی تنہا ذمہ دار بن گئی تھی۔ علیؑ وہ تھے جن کی جسمانی طاقت کی گونج ہمارے

زمانے تک پہنچتی ہے جب کہ ہر پہلوان جو کُشتی کے لئے اکھاڑے میں اترتا ہے تو یا علیؑ کہتا ہوا اترتا ہے۔ اور جن کی روحانی طاقت کی بازگشت آپ ان صوفیائے کرام کے تعلیمات میں پائیں گے جو دنیا کے گوشوں گوشوں میں پھیل گئے اور ان میں سے کچھ ہندوستان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آباد ہو گئے جیسے نظام الدین اور خواجہ معین الدین چشتی۔ امام شافعی کی مشہور و معروف رباعی بہت سے گھروں کے لئے زیب خانہ ہے وہ رباعی جس میں امام شافعی فرماتے ہیں:

عَلِیٌ حُبُّہٗ جُنَّۃٌ قَسِیمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ
وَصِیُّ مُصْطَفیٰ حَقّاً اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّۃِ

''علیؑ وہ ہیں جن کی محبت آخرت کے لئے سپر ہے۔ جو جنت اور دوزخ کے بانٹنے والے ہیں۔ یقیناً وہ مصطفیٰ کے وصی ہیں۔ اور انسانوں اور جنوں (دونوں) کے لئے امام ہیں۔''

مرزا غالبؔ شاعر تھے اور ہندوستان کے مایہ ناز شاعر لیکن وہ مجتہد نہ تھے مگر علیؑ کی محبت نے ان کے دل میں وہ ولولے پیدا کئے تھے کہ انھوں نے فتویٰ دینے سے گریز نہ کیا اور فرمایا:

غالبؔ ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست
مشغول حق ہوں بندگی بوتراب میں

یہ تو تھی شخصیت اور اس کے اثرات جو مختلف زبانوں کے ارباب علم و فن پر پڑے ہیں۔ مگر یہ کہ علیؑ کی تعلیمات کس طرح ہمارے زمانے سے مرتبط ہو سکتی ہیں وہ سوال ہے جس کا جواب ''نہج البلاغہ'' کے مفسرین نے اپنے اپنے زمانوں میں دیا ہے۔ لیکن مجھے اجازت دیجئے کہ میں ایک نیا راستہ اختیار کروں۔ ایک لمحے کے لئے علیؑ کی طرف دیکھنے کے بجائے اپنے زمانے کی طرف دیکھوں۔

میرے زمانے اور میرے محیط میں جو لوگ اقتدار حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ اکثر مذہبی جذبات اور جہل عوام سے فائدہ اٹھانے سے ابتدا کرتے ہیں۔ حال ہی میں ہم نے دیکھا کبھی ''مندر'' کے متعلق قیامت خیز خطابت سے اور کبھی ''مسجد'' کے متعلق گھن گرج سے، اس دنیا پرستی اور خواہشات نفسانی کی پوجا کے سلسلے میں ہزاروں بے گناہوں کا اگر خون بہہ جائے تو اقتدار پسندوں کو ذرہ برابر پرواہ نہیں ہوتی، اگر ملک کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کو کاٹ دے تو انھیں دکھ نہیں ہوتا۔ وہ نہیں دیکھتے کہ ان کی کرسی وزارت ملک کے کراہتے ہوئے بدن پر رکھی ہوئی ہے اب ایسی صورت حال میں دیکھئے کہ علیؑ کی تعلیم کیا ہو سکتی ہے۔

جب ربیع الاول ۱۱ ہجری میں پیغمبر اسلامؐ نے دنیا چھوڑی تو علیؑ کو ان کی جگہ پر بیٹھنے کے تمام حقوق حاصل تھے۔ اصحاب رسولؐ ختمی مرتبت میں وہ سب سے زیادہ عالم اور سب سے بہتر مقرر تھے لیکن اس کے باوجود قریش اور بعض اصحاب نے ابوبکر کو خلیفہ منتخب کر لیا۔ علیؑ کے ساتھ رسولؐ اسلام کے چچا، حضرت عباس ابن عبدالمطلب، زبیر بن العوام، سلمان، مقداد، ابوذر، عمار ابن یاسر اور تمام کے تمام بنی ہاشم تھے۔ اور سب سے زیادہ یہ کہ علیؑ کے ہاتھ میں وہ تلوار تھی جس نے اسلامی جنگوں کی قسمتیں پلٹ دی تھیں مگر علیؑ نے احتجاج تو کیا مگر جنگ نہ کی۔ انھوں نے یہ سمجھا کہ وہ اگر اپنے حق کے لئے جنگ کریں گے تو وہ ان کے ذاتی اقتدار کی جنگ سمجھی جائے گی جس میں مسلمان

مسلمان کو قتل کرے گا۔ اسلام اور ملک ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ اس لئے علیؑ نے اپنے حق کو ملک، عقیدے اور عوام کی سلامتی کے لئے قربان کردیا۔ اب اگر ہم علیؑ کی پیروی کریں تو ہمارا طریقہ کار یہ ہوگا کہ ہمیں ملک کی سلامتی اور مفاد کا پہلے اور اپنی ترقیوں کا خیال بعد میں آئے گا۔

میرے زمانے اور محیط میں لوگ وہی باتیں سنتے ہیں جو ان کی اپنی پارٹی والے کہتے ہیں وہ اپنے کان مخالف پارٹی اور ان کی تقاریر کی طرف سے بند کرلیتے ہیں چاہے وہ لوگ سچی بات ہی کیوں نہ کہہ رہے ہوں۔ انھیں تمنا ہوتی ہے کہ ان کا امیدوار جیت جائے چاہے وہ جھوٹ ہی کیوں نہ بول رہا ہو اور دوسرا امیدوار ہار جائے چاہے وہ سچ ہی کیوں نہ بول رہا ہو۔ اس مقام پر علیؑ کی تعلیم میری نظر میں جمہوریت کے لئے بھی مفید ہے اور ملک کے لئے بھی۔ وقت وہ ہے جب جنگ جمل لڑی جارہی ہے، کسی نے پوچھا ''مولا کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ باطل پر ہوں؟'' جواب میں علیؑ نے فرمایا: ''پہلے یہ جان لو کہ سچائی کیا ہے پھر سچ بولنے والے خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔''

میرے زمانے اور میرے محیط میں ایک الیکشن جیتنے کے بعد امیدوار اس کو فطری سمجھتا ہے کہ وہ اپنے عزیزوں اپنے دوستوں اور اپنے مددگاروں کو نوازے چاہے اس قسم کا نوازنا ملک اور عوام کے حقوق کو پامال ہی کیوں نہ کرتا ہو اس کے برخلاف علیؑ کی تعلیم یہ ہے کہ ایسا کرنا ملک سے کھلی کھلی خیانت ہے۔ مثال کے طور پر یہ تاریخی واقعہ سنئے:

وقت وہ ہے جب علیؑ خلیفۃ المسلمین ہیں، حکومت کا خزانہ ان کے زیر تصرف ہے۔ اس خزانے سے ہر مسلمان شہری کو اس کی ضرورت کے مطابق شہریہ ملتا ہے، علیؑ کے سگے بھائی، عقیل ان سے ملنے آتے ہیں اور کچھ مال طلب کرتے ہیں۔ علیؑ پوچھتے ہیں کہ کیا ان کے حصے کا شہریہ ان کو نہیں ملا؟ عقیل جواب دیتے ہیں کہ وہ عطیہ تو ان کو ملا مگر ان کو اس سے زیادہ کی ضرورت ہے۔ یہ سننے پر علیؑ قنبر کو حکم دیتے ہیں کہ آگ روشن کرو اور جب قنبر کی جلائی ہوئی آگ بھڑک اٹھتی ہے تو علیؑ عقیل کو حکم دیتے ہیں کہ اس میں داخل ہوجاؤ۔ عقیل متعجبانہ کہتے ہیں: ''کیا تم اس آگ سے اپنے بھائی کو جلاؤ گے؟'' علیؑ جواب دیتے ہیں: ''اور کیا تم کل کی آگ سے اپنے بھائی کو جلانا نہیں چاہتے؟ چونکہ یہ خزانہ خدا کا خزانہ ہے اور مال عوام کا مال ہے!''

طلحہؓ اور زبیرؓ رسولؐ کے اصحاب میں بہت ممتاز اصحاب تھے اور ان لوگوں میں پیش پیش تھے جنھوں نے علیؑ کی بیعت کی تھی۔ خفیہ طور پر انھیں امید تھی کہ علیؑ خلیفہ بننے کے بعد طلحہؓ کو بصرے کا اور زبیرؓ کو کوفے کا گورنر بنائیں گے۔ یہ امید لئے ہوئے وہ اپنے منتخب کردہ خلیفہ سے ملنے گئے۔

رات کا وقت تھا علیؑ حسابات بیت المال لکھ رہے تھے۔ جب طلحہؓ اور زبیرؓ نے علیؑ سے کہا کہ وہ ان سے ملنے آئے ہیں علیؑ نے چراغ بجھا دیا اور فرمایا کہ یہ چراغ بیت المال کے مہیا کردہ تیل سے جل رہا تھا اور میری اور تمہاری گفتگو شخصی اور ذاتی ہوگی اس لئے میں نے یہ چراغ بجھا دیا۔ طلحہ اور زبیر یہ دیکھ کر دم بخود ہوگئے اور بغیر عرض و مدعا واپس چلے گئے۔

۞۞۞